بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

دورِ سعادت و رحمت اور زمانۂ خلافتِ راشدہ کے بعد موروثی عجمی بادشاہت کے فتنے کا سر اُٹھانا، اللہ کے بندوں کو انسانی حکم و قانون کی لاٹھی سے من مانے راستوں پر ہانکنا، اختلافات کو برداشت نہ کرنا، بلکہ جرم قرار دینا، احتساب و تنقید کے دلائل کا جواب نہ دے سکنا، قوتِ جاہ کو عیش و عشرت اور رمے و رقص کے لیے استعمال کرنا، خدائی یا عوامی خزانے کو اپنی ذات اور اپنے اقربا اور اپنے خدام و معاونین اور اقتدار کے خاص خاص محافظین پر خرچ کرنا یا اختلاف و احتجاج کرنے والوں کا مقابلہ کرنے پر لنڈھانا، کمزور مذہبی شخصیتوں کے ضمیر خریدنا اور مضبوط علماء کو دبانا اور کچلنا، مختلف اُمور میں دینی قدروں اور معیاروں کو چھوڑ کر لادینی ثقافتوں کو معیار بنا لینا ——— گویا ملّت کے حق میں ہمیشہ کے لیے تباہی کا دہانہ کھل گیا۔

دوسرے لفظوں میں یہ فردِ واحد کے ذریعے چلنے والا سیکولرازم تھا۔ یعنی انفرادی زندگیوں میں کچھ نہ کچھ آرائشی اسلام ضرور رہے، لیکن اجتماعی، سیاسی اور بادشاہتی زندگی کے لیے جو فیصلے دیئے جائیں وہ اسلام سے آزاد ہوں۔

سانحۂ کربلا کے وقت حالات کا نقشہ یہ تھا کہ:

——— ایک طرف باشاہتی سیکولرازم کی تسلط یافتہ قوت ——— یزید کی حکومت اور اس کے انصار و معاونین۔

——— دوسری طرف خلافتِ راشدہ کے طرز پہ چلنے والے صحیح اسلامی نظام کی

علمبردارانہ قوت

امام حسینؓ اور ہم نوایانِ حسینؓ اور بہت سے صحابہ کرامؓ اور پاکیزہ فکر و کردار سے آراستہ تابعین جو تبدیلیٔ احوال کے لیے کسی مناسب تدبیر اور مناسب قیادت کے جویا تھے۔

امام حسینؓ کا کردار، "بے خطر کود پڑا" والا کردار تو تھا ہی، انھوں نے نہ خواص سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا اور نہ عوام میں اپنی دعوت پہنچانا۔ بس یکایک ایک قافلۂ عشق چل پڑا۔

امام حسینؓ براہ راست تصادم چاہتے تھے یا نہیں، اس سوال سے قطع نظر، یہ بہر حال واضح تھا کہ دو متضاد قوتیں آمنے سامنے موجود ہیں۔ سیکولرازم چونکہ برداشت نہیں کر سکتا کہ خدا پرستانہ بنیادوں پر کوئی اسے چیلنج کرنے والا ہو، اس لیے وہ اور اس کی سپاہ شدید انتقامی جذبے کے ساتھ مخالف آواز کو دبانے کے لیے نہایت بہیمانہ انداز سے خونریزی کرتے ہیں اور شرفِ انسانیت کو پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا کربلا کے میدان میں یزیدی سیکولرازم اپنی بھاری اور وحشیانہ فوجی قوت ایک ایسے آدمی کے خلاف سمیٹ لایا جو نہ صرف حسب نسب کے لحاظ سے اشرف و اکرم تھا، بلکہ بغیر کسی فوجی تیاری کے اپنے بیوی بچوں اور چند اعزہ و احباب کے ساتھ نکلا تھا۔ خونخوار سیکولرازم نے اسے اور اس کے ساتھیوں اور قبیلے والوں کو پہلے پیاسا رکھ کر اذیت دی اور پھر بالکل ہی بھنبھوڑ ڈالا۔

لیکن نہ وہ دو متصادم قوتیں وہاں ختم ہوگئیں اور نہ ان کا سلسلۂ تصادم رکا، بلکہ بعد کی ساری تاریخ انھی قوتوں کی جنگ گاہ بنی رہی اور آج بھی ہے۔

پیچھے جائیں تو پیچھے کی تاریخ بھی ایسی ہی تھی۔ قوتِ شر اور قوتِ حق کا تصادم پہلے روز سے چلا اور جاری رہا۔ داعیانِ حق کو ہمیشہ نفس پرستوں، اربابِ اقتدار، دولت پرستوں، حرام خواروں، سرمستانِ رقص و سرود، جرائم پیشہ اور فحش کار گروہوں سے سابقہ پڑتا رہا۔ ان میں سے کم دعوتِ حق سے متاثر ہوئے۔ اکثر کا حال یہ رہا کہ انھوں نے خدا کے

انبیاء کو قتل کیا - ان پر الزام لگائے، ان کو بستیوں سے نکالا، ان کی تعلیمات کا مذاق اُڑایا اور ان پر ایمان لانے والوں کو اذیتیں دیں -

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر ہجرت تک ایمان لانے والوں نے معاندین حق کے ہاتھوں کتنے ہی آلام اُٹھائے، ہجرت کرتے وقت اموال اور تعلقات اور جذبات کی کتنی بڑی قربانی دی، پھر کہیں قراء کی جماعتیں شہید ہو رہی ہیں، کہیں حضرت خبیب رضؓ اور زید بن سعنہ کو تنعیم کے میدان میں سُولی پر لٹکایا جا رہا ہے - بدر و اُحد کے غزووں میں حضورؐ کے کیسے کیسے پیارے ساتھی شہید ہو رہے ہیں، پھر خندق میں، معرکۂ فتح مکّہ اور جنگ اوطاس میں، غزوہ تبوک میں قدم قدم پر شہادت کے چراغ روشن ہیں -

این خانہ تمام آفتاب است

حضورؐ کے جلد ہی بعد دورِ فاروقی میں جب فتوحات کا سیلاب روم و عجم کی طرف تیزی سے بڑھا تو سبائی اور مجوسی اور یہودی قوتوں کی سازباز کا سلسلہ شروع ہوگیا - اس فتنہ کا پہلا شکار حضرت عمر رضؓ کی ذات ہوئی، پھر حضرت عثمان رضؓ کی، پھر حضرت علی رضؓ کی بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت حسن رضؓ بھی اسی سازش کی لپیٹ میں آگئے - اسی طرح جب بہت بڑے مؤثر افراد کو میدان سے ہٹا دیا گیا تو آخری ایک ہی ہلّے میں محمد عربیؐ کے نظامِ خلافت کو توڑ پھوڑ کر موروثی عجمی بادشاہت کے تخت کے پائے مسلمانوں کے کندھوں پر رکھ دیئے گئے - پھر ہم نے ملوک و سلاطین کا لمبا دور بھگتا - آج بھی سلاطین و آمرین کے ساتھ ساتھ سیکولر جمہوری آمرین کا تسلط ہے -

آج تک مدّتِ ماضی کے سازشیوں کے اُٹھائے ہوئے فتنوں میں اُلجھی ہوئی آپس ہی میں لڑ رہی ہے -

---

مسلمانوں کو بہ حیثیت اُمتِ وسط آج یہ سوچنا چاہیے تھا کہ وہی یزیدیت موجودہ دور میں بھی نئے نئے اطراف سے اور نئے وسائل سے ہم پر حملہ آور ہے -

آج کا دَور عالمی یزیدیت کا دَور ہے۔

یعنی ایک طرف دو سپر پاورز روس اور امریکہ ہیں اور ان کے ساتھ ان دونوں کے دو ایجنٹ بھارت اور اسرائیل ہیں۔

یہ سامراجی یزیدیت کا سیکولر نظام مشرقین و مغربین پر یکساں چھایا ہوا ہے۔ قرضوں اور ایڈ کے بندھنوں کے ذریعے اب ملکوں اور قوموں کو اس طرح بستۂ افتراک کیا جاتا ہے جیسے پہلے کبھی ماہی گیری کی جاتی ہوگی۔ قرضوں اور ایڈ کے علاوہ دوستی کے معاہدے، مختلف منصوبوں میں کوئی خاص حصّہ لینے کے معاہدے، ٹیکنالوجی منتقل کرنے کے معاہدے، درآمد برآمد کے ایسے معاہدے جو ہمارے شکاریوں کے لیے مفید ہوں، جنگی اسلحہ کی فروخت کے معاہدے جن کی کمائی بڑھانے کے لیے جنگیں چھیڑنے کے وجوہ دس دس سال پہلے سے قائم کر دیے جاتے ہیں، مختلف کاموں میں امداد کے لیے بھاری تنخواہوں پر ماہرین کی فراہمی کے معاہدے، پھر یو این او کی سیاسیات میں شکار شدہ قوموں کا استعمال، پھر عالمی پروپیگنڈے کی دُنیا میں ان کے لیے شایانِ شان جگہ کا انتظام وغیرہ۔ یہ تو ہوا عمومی پہلو۔

چند خصوصی پہلو یہ ہیں:

ایک یہ کہ خیالات و نظریات، سوچنے کے زاویے، پسند و ناپسند کے معیارات، حق و باطل کے تصوّرات وہ ہوں جو شکاری طاقتیں چاہتی ہیں۔

اس کے لیے خاص توجہ نظامِ تعلیم پر ہے۔ اس نظام کے ذریعے مغرب کے فلسفیانہ نظریات ہمارے ذہنوں پر ٹھونسے جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ اہتمام ہوتا ہے کہ کہیں طلبا کے ذہن آزادی سے کام لے کر کسی دوسرے طرزِ فکر ——— خصوصاً اسلامی علوم و حکمت ——— کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ ان میں اپنے مُلک، اپنے دین، اپنے کلچر، اپنے علوم، اپنی تاریخ، اپنے بزرگوں اور اپنی کتبِ ہدایت کے متعلق اوّل تو مخالفانہ ذہن پیدا کیا جاتا ہے کہ یہ سب گھٹیا چیزیں ہیں اور خلافِ عقل، ورنہ کم از کم اس رویّے کو کافی سمجھا جاتا ہے کہ مسلمان کتاب و سنّت اور اپنے اسلاف اور ان کے علوم اور اپنی تاریخ و ثقافت کو کوئی خاص اہمیت دیے بغیر جدّت و ترقی کو سلوگن بنا کر ہماری ذہنی غلامی کرنے لگیں۔ طلبا کو اپنی

قومی زبان کے متعلق پالیسی اور بد دل کر کے یہ تصور دلایا جاتا ہے کہ تمہاری زبان بہت کمزور ہے وہ جدید علوم کے مباحث اور ان کی اصطلاحات کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ اس لیے نئے خیالات حاصل کرنے کے لیے تمہیں انگریزی پر توجہ دینی چاہیے۔ نتیجہ یہ کہ انگریزی ذریعہ تعلیم والے طبقے میں شاذونادر ہی کوئی شخص ہوگا جو کوئی بڑا تخلیقی کام کر سکا ہو۔ یہ ہماری تخلیقی قوتوں کو کچلنے کی ایک گہری اسکیم ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھلمنساہٹ سے غلامی کرتے رہیں۔

علمی کتابیں انگریزی میں، رسائل انگریزی میں، میڈیا کے جدید نظاموں کے ذریعے خبریں انگریزی میں، تصویریں اور سیریاں انگریزی میں! مغربی لباس اور میک اپ اور دعوتیں اور مجالس انگریزی، ڈراموں کا مواد اور فن اور ان میں اداکاری انگریزی، ٹیلی وژن کے پروگراموں میں انگریزیت کا غلبہ، عام فلموں میں انگریزیت، مقابلے کے انٹرویوز اور ان کے سوالات انگریزی میں ـــ کیسا ہمہ جہتی حملہ ہے۔

ماڈرن عورتوں کے مغربی فیشن اور میک اپ، بچوں کے ولایتی لباس، کھیل اور نہانے کے لباس، طرح طرح کی مغربی تقریبیں، اور بات بات میں فوٹو بازی اور گھر گھر میں سیٹی بازی غرضیکہ ہم لوگ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں۔

پھر اس لادین سیکولر مغربی سامراج کا ایک ہدف یہ ہے کہ اسلام میں ابھرنے کی جو قوت اخلاقی و روحانی اور فکری و ثقافتی روح کے ساتھ کام کرتی ہے، اس قوت کو کچلنے اور ناکارہ بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ عورت کو پہلے حجاب سے، پھر دوپٹے سے، پھر پورے لباس سے آزاد کر دیا جائے۔ اسے اسٹیجوں پر لایا جائے، اسے ملازمتوں میں بھرتی کیا جائے، اسے مخلوط ثقافتی مجالس میں رونق افروز کیا جائے۔

اس ایک کام کے مکمل ہونے سے سیکولرازم کے راستے کھل جاتے ہیں۔ اور پھر مسلمانوں میں وہ قوتِ اجتہاد پیدا ہوتی ہے کہ نصوص کا بھی حلیہ بگڑ جاتا ہے۔

پھر اس سیکولر عالمی سامراج نے یہ کیا کہ مسلمانوں کے اندر طرح طرح کے فرقوں کو ہوا دی، انہیں مدد دے کر ابھارا اور جب جہاں ضرورت ہوئی ان کو لڑا کر ملتِ اسلامیہ

کے مقاصد کو نقصان پہنچایا۔

لادین سیکولر عالمی سامراج یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں معاشی لوٹ کھسوٹ جاری رہے۔ وڈیرا ازم زور شور سے چلے، رشتہ گیری فروغ پائے۔ تخریب کاری زور پکڑے، نئے ناموں سے سُود کو خوب فروغ حاصل ہو، حکومت اسلام کے محبت کے راگ الاپ الاپ کر ان فتنوں میں لگی رہے۔ سیاست کاری، قانون، ڈپلومیسی، حکم اور براہ راست اپنی دخل اندازی و سرپرستی کے ذریعے، نیز اخباری اور پارلیمانی پروپیگنڈے کے بل پہ ایسے اداروں، ایسی سرگرمیوں، ایسی تقریروں، ایسے اجتماعات اور ایسی شخصیتوں کو نوازا جائے، جن کے ذریعے بالواسطہ طور پہ اسلام کی قوت کمزور ہو اور سیکولرازم کے علمبرداروں کو زیادہ فراخ راستے ملیں۔

جن ممالک میں مسلمانوں کی اقلیت ہے، ان میں ان کو یا تو نسلی طور پر ختم کیا جارہا ہے، ملک بدر کیا جارہا ہے، یا اُن کے ناموں، ان کے سوشل رابطوں، ان کے پرسنل لاء کو بدلا جارہا ہے۔ اور ان کی مذہبی عبادتوں اور تقریبوں اور مساجد وغیرہ کو ختم کیا جارہا ہے، مثلاً برما، آسام، بھارت، یوگوسلافیہ، یونان، فلپائن، ایبے سینیا وغیرہ۔

جن ممالک میں (مثلاً نائیجیریا) مسلمانوں کی اکثریت تو ہے، مگر اُن کی تعلیمی پسماندگی (جو دورِ غلامی میں اُن پر مُسلّط کی گئی) کی وجہ سے عیسائی اقلیت اپنے آپ کو اکثریت گردانتی ہے اور فوجی افسروں اور ملازموں کی برتری کی وجہ سے مسلم عوام کی اکثریت کو دبا کچل کر رکھے ہوئے ہے۔

جن ممالک میں مسلمانوں کی مجموعی اکثریت کے ہوتے ہوئے کسی ایک حصے میں عیسائی اکثریت ہے۔ (مثلاً مصر و سوڈان) وہاں ہمیشہ ایسی خلل اندازی جاری رہتی ہے کہ مسلمان اپنے دین کے مطابق حکومت کو نہ چلا سکیں۔ عیسائی علاقے تعلیم، سرمائے، پروپیگنڈے اور مغربی مدد کے بل پہ بار بار ہنگامے اُٹھاتے ہیں۔

اب آتے ہیں وہ بدقسمت ترین علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں کسی ہیر پھیر سے

ایسا سخت سیکولر نظام (بیرونی اثرات کی پشت پناہی یا اُن کے خوف سے) قائم کر دیا گیا ہے کہ جہاں کسی نے اس نظام سے اختلاف کیا اور اسلامی نظام کا نام لیا، قانون کا شکنجہ فوراً اُسے قابو میں لے کر موت کے گڑھے تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کی مثال میں ترکی اور انڈونیشیا کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

اور آخر میں انتہائی خجلت زدہ ہو کر ہم پاکستانی اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ جہاں ابھی تک سیکولرازم انڈونیشیا یا ترکی کی طرح تو قوت نہیں پا سکا، لیکن اسلامی نظام کے وعدوں سے چالیس سال تک غداری کرتے رہنے کا انجام یہ ہے کہ اب سیکولرازم زور شور سے آنکھیں دکھا کر بولنے لگا ہے اور یہاں یہ عزائم ظاہر کیے جانے لگے ہیں کہ ہمیں سیکولر نظام چاہیے۔ اِن حالات میں شریعت بل کا پاس نہ ہو سکنا حیرت کی بات نہیں۔

اب اگر ہمارا معاملہ یہی ہے تو فارمولا سیدھا سادا ہے کہ دو قوتوں میں سے کونسی قوت آئندہ ایک سال یا پانچ سال میں اتنا زیادہ اور موثر کام کر لے جاتی ہے کہ وہ میچ کو جیت لے جائے۔

دینی کام محض جلسے جلوسوں سے نہیں ہوتا۔ جلسے جلوس تو جذباتی کیفیت کو اُبھار دیتے ہیں۔ اور جذباتی مسلمان کا حال یہ ہے کہ وہ ضیاء الحق، جونیجو، حاجی سیف اللہ، نواز شریف، کسی جدیدی اور کسی اجتہادی کے پیچھے چل سکتا ہے۔ دینی کام کرنے کے لیے تو شعوری ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جماعتِ اسلامی کے تو اساسی نظریات میں یہ بات شامل ہے۔ ایک عام جذباتی مسلمان میں شعوری ایمان پیدا کرنے کے لیے اس سے میل جول اور اس سے گفتگو کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے مسائل وقت کے متعلق دلائل مہیا کرنے ہوتے ہیں۔ اور اس کے شکوک و شبہات کا ازالہ کرنا ہوتا ہے، نیز سوالوں کے جواب دینے ہوتے ہیں۔ دعوت دینی تو ایک چھوٹا سا متحرک نظام تعلیم بالغاں ہے۔ اس بنیادی کام کو چھوڑ کر جلسوں کے ذریعے اگر آپ صرف جذباتی قوت سے لڑائی لڑیں تو فریقِ مخالف مغالطہ انگیزی

کر کے بھی بہت زیادہ جذباتی قوت سے آئے گا اور اس کے سامنے سیکولرازم کا شعور بھی پھیلے گا، جس کے لیے پارلیمنٹ میں باتیں ہوتی ہیں، دانشور بھی لکھتے ہیں اور اخبارات اور ٹیلی وژن وغیرہ بھی زور لگا رہے ہیں، نیز کئی معلم حضرات کلاس رُوموں میں اس کے لیے کام کرتے ہیں۔

اور یہ سیکولرازم "اسلامی" بھی ہے۔ یعنی اکابر سیرت کے جلسے کراتے ہیں، حاجیوں کے قافلوں کو الوداع کہتے ہیں۔ مزاروں کو غسل دے کر چادریں چڑھاتے ہیں، ان "اسلامی خدمات" کے بعد وہ ایک "ذرا سا" قصور یہ کرتے ہیں کہ "اسلامی شریعت" کو اختیار نہیں کرتے۔

میرے آہ و بکا کرتے ہوئے ہم قدم! عنابی آنسوؤں سے چہرے کو تر کرنے والے ہم عَلَم!

دیکھ کتنی بڑی جہانی یزیدیت سامنے ہے۔

کیسے کیسے کوفے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

کتنے ہی فرات ہیں جن کے کناروں پر پانی کے گھونٹ کا انتظار کرنے والے حلق تیر کھاتے ہیں۔

کتنے خیمے اُجڑ رہے ہیں۔

کتنی خواتین کے نقاب نچ گئے۔

کتنی ہی بیٹیاں اسٹیجوں پر اپنے جسموں کی نمائش کر رہی ہیں۔

کہاں کہاں شراب و رقص کا طوفان برپا ہے۔

کس کس زمین میں سیدنا عمرؓ اور سیدنا حسینؓ کے پیروؤں کے لاشے تڑپ رہے ہیں۔

کن کن زمینوں پر خون کی ندیاں رواں ہیں۔

چھوڑو آہ و بکا! ختم کرو گریہ زاری ——— چلو اس سب سے بڑے طاغوت سے جا کر ٹکرائیں، اس سیکولرازم کو جھنجھوڑ دیں۔

پھر چاہے، ہمارے لاشے بھی گھوڑوں کے سموں تلے روند دیئے جائیں۔ چاہے ہمارے سر بھی کاٹ کر نیزوں پر سجا لیے جائیں۔

میرے ہم قدم! میرے ہم عَلَم! آؤ ہم نئے انداز کا محرم منائیں۔